فقہی تحقیق

خودکش حملے کی شرعی حیثیت
جامعہ دارالعلوم کراچی کی تحقیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ترجمہ: ظفریاب المتخصص فی الفقہ الاسلامی

جامعہ المرکز الاسلامی بنوں، پاکستان

عصر حاضر کی جدید اہم اور اختلاف آراء کے بنیاد پر خودکش حملے کا شرعی حکم ممالک اسلامیہ کے ہاں انتہائی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ محققین حضرات کے تحقیق سے مستفید ہونے کیلئے شعبہ جدید فقہی تحقیقات، زیر نگرانی جامعہ ھذا نے المباحث الاسلامیہ کے مضامین میں اس اہم موضوع کو فہرست مضامین میں جگہ دی اور دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی تحقیق حاضر خدمت کی جارہی ہے۔ آئندہ شماروں میں انشاء اللہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دارالافتاء بنگلہ دیش اور دیگر اسلامی ممالک اور محققین کی تحقیق پیش آنے کو ہے۔ اور اہل علم حضرات کی مزید تحقیق کیلئے چشم براہ ہیں۔ (ادارہ)

تحقیق دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

1 ...... خودکش حملے کی وضاحت

2 ...... مختلف صورتیں

3 ...... متعدد شرائط

4 ...... حدیث اصحاب الاخدود کی وضاحت

5 ...... تذکرہ اختلاف الفقہاء للطحاوی

تحقیق دارالافتاء جامعة العلوم الاسلامية بنوری ٹاؤن کراچی

1 ...... جہاد کی اہمیت

2 ...... خودکش حملے کی جواز کے دلائل

3 ...... شبہات کا ازالہ

جناب شیخ الحدیث مفتی محمد تقی عثمانی ' حفظه الله،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،،،

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کل فلسطین میں خودکش حملے ہوتے ہیں میرے ناقص علم میں تاریخ اسلام میں اس کا مثال نہیں ملتا ہے اوراس کوشہادت کے عملیات سے مسمی کرتے ہیں۔لیکن اس حملے میں عام شہری قتل ہوجاتے ہیں جیسا کہ آج کل ہوتا ہے چونکہ اس میں چھوٹے بڑے جنگجو، غیر جنگجو وغیرہ بغیر تمیز کے ہلاک ہوتے جاتے ہیں لیکن یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ ذی روح اشیاء محترم ہے بغیر کسی وجہ کے قتل کرنا حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ترجمہ:اور کسی ذی روح چیز کو قتل نہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا مگر حق (جائز) طریقے سے تو اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔؟

(المستفتی' محمد سجاد)

الجواب: حامداً و مصلیاً،،،

مناسب ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ فدائی حملے جو کہ عصر حاضر میں پیش ہوتے ہیں اوراس میں نئے نئے طریقے سامنے آجاتے ہیں اور یہ طریقے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں موجود نہ تھے چونکہ اس میں نئے نئے طریقے اختیار ہوتے ہیں۔اس مسئلہ کی تحقیق اور نصوص شرعی کی تلاش اور ائمہ کرامؒ کے اقوال کے بعد اس کو ذکر کرتا ہوں۔اگر کوئی مسلمان اپنے ساتھ گرنیڈ یا کوئی اور اسلحہ لے لیں اور فدائی حملے کے لئے جائیں اور جنگجو کفار کے جماعت کے درمیان چلائیں کہ ان کو نقصان پہنچ جائے تو اس حملے کے مختلف صورتیں ہیں جن کے احکام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(۱) **پہلی صورت** یہ ہے کہ فدائی حملہ کرنے والا حملے کیلئے تیار ہوجائے لیکن حملہ آور کو یقین ہے یا غالب گمان ہے کہ کفار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے نہ ان کو قتل اور نہ زخمی کرسکتا ہے اور نہ اپنے حملے سے کفار کے دلوں میں رعب ڈال سکتا ہے اور نہ کفار کے مادی اشیاء کو نقصان پہنچا سکتا ہے اوراس حملے میں مسلمانوں کو کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ الٹا کبھی کبھی مسلمانوں کے دلوں میں کمزوری اور ضعف پیدا ہوجاتا ہے تو اس طرح کا فدائی حملہ بالکل جائز نہیں ہے بلکہ یہ فدائی حملہ کرنے والا اس میں داخل ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیں اور ایسے موت سے قرآن مجید میں منع آئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈال دو۔اوراس پر فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ اس قسم کا حملہ کفار پر جائز نہیں ہے چونکہ جب خودکش حملہ ہوتی ہے اس کا مقصد ہوتا ہے کہ کفار سے انتقام لے لوں تو جب انتقام لینا ممکن نہ ہو تو ایسے خودکش حملے کی ضرورت کیا ہے؟ تو ایسے حالات میں حملہ کرنا خود کو ہلاک کرنے کے برابر ہے اس لئے اس حملے سے بچنا ضروری ہے۔

مشارق الاشواق جلد ۱ صفحہ ۵۵۷ میں ہے: امام حامد غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ اگر ایک مسلمان کو معلوم ہوجائے کہ وہ کفار پر ہجوم کی وجہ سے حملہ نہیں کرسکتا ہے یہ اس طرح ہے جیسا کہ اندھا، کہ کسی چیز پر اپنے آپ کو گرا دیں تو چونکہ یہ ممنوع ہے اس طرح یہ حملہ

بھی ناجائز ہے اور یہ اس آیت کریمہ میں داخل ہے جس میں اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے ممانعت آیا ہے۔اور خودکش حملہ اس وقت جائز ہے کہ حملہ آور کو یہ معلوم ہو کہ میں کفار کو قتل کر کے میں قتل کیا جاؤں گا یا یہ معلوم ہو کہ اس حملے سے کفار کے دل میں شکست ہو جاتا ہے جب ایک مسلمان کے اپنے آپ کو قتل کرنے کی جرأت دیکھیں اور کفار کو معلوم ہو جائے کہ تمام مسلمان دین کے مقابلے میں اپنے آپ کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔اس طرح کہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا بہت شوق ہے تو اس کی وجہ سے کفار کا شان وشوکت ٹوٹ جائے گا۔

فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ایک مسلمان کا متعدد کفار پر حملہ کرنے کا مسئلہ میں جمہور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر یہ حملہ زیادہ شجاعت کی وجہ سے ہو اور یہ گمان ہو کہ دشمن خوفزدہ ہو جائے گا اور مسلمان جرأت مند ہو جائیں گے اس طرح اور صحیح مقاصد کے لئے خودکش حملہ کی ہو تو یہ حملہ افضل ہے۔اور جب صرف اپنے آپ کو ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ حملہ ممنوع ہے اور خاص کر اس میں یہ نقصان ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دل کمزور ہو جائیں گے۔یہ بیان (فتاویٰ شامی جلد ۴ صفحہ ۱۲۷) اور (فتاویٰ تاتارخانیہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۷) اور (فتاویٰ ھندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۵۳) میں بھی ہے۔

(۲) خودکش حملے کی دوسری صورت یہ ہے کہ خودکش حملہ آور اپنے ساتھ گرنیڈ یا کوئی اور اسلحہ لے لیں اور کفار کے علاقے میں جائیں اور کفار کی طرف گرنیڈ پھینکیں یا ان کے اہم مراکز کو پھینکیں کہ گرنیڈ پھٹ جائے اور کفار کو قتل کریں پھر حملہ اور بھی قتل ہو جائے برابر ہے کہ حملہ آور گرنیڈ کہ وجہ سے قتل ہوا ہو یا کفار کے جوابی حملے سے شہید ہو گیا ہو۔اس طرح برابر بات ہے کہ اس کو یقین ہو یا غالب گمان کہ وہ گرنیڈ کی وجہ سے مارا جائے گا یا کفار کی طرف سے قتل کیا جائے گا تو یہ خودکش حملہ جائز ہے لیکن اس میں شرائط ہیں:

(۱) **پہلا شرط** یہ ہے کہ حملہ آور کا یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اس طرح دین اسلام کی سربلندی ہو جائے (مشارق الاشواق ج ۲ صفحہ ۵۹۳) میں ہے اس کتاب کے ۲۶ ویں باب میں ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا اجر صرف نیت سے حاصل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔الا للّٰہ الدین الخالص (سورۃ زمر) یعنی خبردار دین اسلام صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما امروا الا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین (سورۃ البینۃ) اور ان کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی کرو دین اسلام میں۔اس طرح امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا کونسا آدمی ہے؟ کیا وہ ہے جو غنیمت کی غرض سے جہاد کریں یا وہ آدمی ہے کہ اپنے نام کیلئے جہاد کریں یا وہ آدمی ہے کہ لوگ اس کی شجاعت اور مقام معلوم کریں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ آدمی ہے کہ جہاد اس مقصد کے لئے کریں کہ دین اسلام کی سربلندی ہو جائے۔اس طرح حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آ گیا اور پوچھا کہ یا رسول ﷺ اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جہاد اس مقصد کیلئے کریں کہ اجرت حاصل کروں یا نام بناؤں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا، اس آدمی

کیلئے کوئی بدلہ نہیں ہے اور یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کیلئے کوئی بدلہ نہیں ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ عمل قبول نہیں فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہ ہو مگر وہ عمل قبول ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو (ابوداؤد اور نسائی)

(۲) دوسرا شرط یہ ہے کہ خودکش حملہ کرنے والا وہاں حملہ کرے گا جو کفار کے خلاف ہو اور وہاں جنگ کی حالت بھی ہو۔

اس شرط کا مقصد یہ ہے کہ اس علاقے میں مسلمانوں اور کفاروں کے درمیان جنگ ہو یعنی اس میں جنگ بندی کا معاہدہ نہیں ہو، اس طرح کوئی اور صلحہ بھی نہیں ہوئی ہو یا جنگ بندی کا معاہدہ ہوئی ہو اور کفار کی جانب سے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی نہیں ہو اور اس علاقے میں بدامنی بھی نہ ہو مسلمانوں کو اس علاقے میں مکمل آزادی ہو جیسا کہ آج کل بعض اسلامی علاقوں میں ہے کہ وہاں غیر مسلم رہتے ہیں کفار کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے تو اس حالت میں کفار پر خودکش حملہ جائز نہیں ہے جب تک معاہدہ برقرار ہو۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے و او فو ابعهد الله اذا عاهدتم و لا ينقضو الايمان بعد تو كيد ها و قد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ما تفعلون (سورۃ النحل ۹۱) اس آیت کریمہ میں معاہدہ کے خلاف ورزی کی ممانعت آیا ہے اور قسم پورا کرنے کی تائید کی گئی ہے

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اما تخافن من قوم خيانة فانبذ اليهم على سواء ان الله لا يحب الخائنين (سورۃ انفال)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ معاہدہ کے خلاف ورزی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کفار کی جانب سے وعدہ خلافی کا خطرہ ہو تو اپنا معاہدہ ختم کرو جامع الترمذی ج ۴ صفحہ ۱۴۳ 'کتاب السیر باب ماجاء فی العذر' میں ہے۔ سلیم بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ اور اہل روم کے درمیان معاہدہ ہوا اور آپؓ ان کے علاقوں میں سفر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ نے وعدہ توٹ دیا اور اہل روم پر حملہ کیا اچانک ایک آدمی تھا جو سوار تھا اور کہہ رہا تھا ''اللہ اکبر'' معاہدے کا خیال رکھیں، دھوکہ نہ دیں اور یہ آدمی حضرت عمر بن عیسہ صحابی تھے۔ تو حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی آپؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ جب قوموں کے درمیان معاہدہ ہو جائے تو معاہدہ کو نہ کھولو اور نہ ختم کرو یہاں تک کہ معاہدے کا وقت ختم ہو جائے یا دونوں طرف سے عہد شکنی ہو جائے تو حضرت معاویہؓ اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس ہو گئے۔

امام ترمذی ابوعیسی کہتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے اس طرح یہ روایت ابوداؤد کتاب الجهاد میں بھی ہے (باب ۱۵۴) صحیح بخاری میں مع فتح الباری ج ۵ صفحہ ۳۲۹ میں ہے حدیث نمبر ۲۷۳) حضور ﷺ حدیبیہ کے موقع پر نکلے تو حضور ﷺ کے پاس قریش کا ایک آدمی ابوالبصیر آ گئے جو کہ مسلمان ہو چکے تھے تو اہل قریش نے اس کے تلاش میں دو آدمی بھیج دیئے انہوں نے حضور ﷺ کو معاہدہ یاد کر کے واپسی کا مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے ان دو کو ابوالبصیر واپس کیا تو اس کو آپ نے روانہ کیا جب ذوالخلیفہ کے مقام پر پہنچ گئے تو سواریوں سے اتر گئے کہ جوان کے پاس جو کھجور تھے اس کو کھائیں تو ابوالبصیر نے ان دو آدمیوں میں سے ایک سے کہا، اللہ کی قسم اے فلاں! تیری

تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے تو دوسرے نے تلوار نکالی پھر کہا کہ خدا کی قسم یہ عمدہ تلوار ہے اس پر کئی کئی مرتبہ تجربہ کی ہے تو ابوالبصیر نے کہا دکھاؤ کہ میں دیکھوں تو جب پکڑ لیا تلوار کو اور اس پر حملہ اور ختم ہو گیا دوسرا ساتھی بھاگ گیا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا اور مسجد نبوی کو بھاگتے ہوئے داخل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے تو جب حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو کہا کہ میرے ساتھی کو قتل کیا اور مجھے بھی قتل کیا جارہا ہے۔ تو ابوالبصیر بھی آ گئے اور کہا کہ اے نبی ﷺ خدا کی قسم تحقیق سے آپ ﷺ کا ذمہ فارغ کیا۔ آپ نے مجھے ان کو واپس کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کی ماں ہلاک ہو جنگ میں کرنے والے اگر اس کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ تو جب ابوالبصیر نے یہ سنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ دوبارہ واپس کر رہے ہیں تو یہاں سے چلا گیا یہاں تک کہ سیف البحر میں پہنچ گئے راوی کہتے ہیں کہ قریش سے ابوجندل بھی فرار ہو گئے اور ابوالبصیر کے ساتھ مل گئے تو اس طرح قریش میں جو مشرف باسلام ہوتا تھا وہ ابوالبصیر کے پاس جاتا تھا یہاں تک کہ ان سے ایک بڑا قافلہ بن گیا۔ تو خدا کی قسم نہیں سنا ہے کہ ایک اونٹ بھی قریش کا شام چلا گیا ہو تجارت کا مگر وہ اس کو قتل کر کے لوٹ لیتے تھے۔

(۳) **تیسرا شرط** یہ ہے کہ خودکش حملہ آور کو یقین ہو کہ اس حملے سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور کفار کو نقصان ہوگا کفار کو نقصان پہنچانا بھی چند طریقوں پر ہے:

(ا) ان کو قتل کرنے پر یا زخمی کرنے سے ضرر۔

(ب) مادی اشیاء کے ضائع ہونے میں ضرر کہ ان کے اسلحہ وغیرہ کو تباہ کریں۔

(ج) کفار کو شکست کا ذریعہ ہو۔

(د) کفار اس سے خوفزدہ ہو جائے اور ان کے دلوں میں رعب آ جائے۔

(ر) کوئی اور ضرر کفار کو پہنچ جائے جو کہ ضرر شمار کیا جاتا ہو۔

(س) مسلمانوں کو اس سے کفار کے خلاف شجاعت مل جاتا ہو۔

(ص) مسلمانوں کو کفار کے خلاف کوئی اور فائدہ حاصل ہو جاتا ہو۔

تو ان مذکورہ شرائط کی موجودگی میں خودکش حملہ جائز ہے۔ بلکہ ان شرائط کی موجودگی میں فدائی حملہ کرنا شرعی نقطہ نظر سے افضل کام ہے اور فدائی حملہ کرنے والا اس حالت میں شہید ہوگا اور انشاء اللہ اس کو اجر بھی مل جائے گا۔

ان صورتوں میں فدائی حملہ کے جواز میں بے شمار دلائل موجود ہیں اور تاریخ اسلام کے واقعات بھی اس پر شاہد ہے فقہاء نے بھی ان احوال میں فدائی حملوں کے جواز پر تصریح کی ہے فقہ کی کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله (سورة بقره) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون

ویقتلون (سورۃ توبہ) توان آیاتِ کریمہ سے بھی اپنے نفس کا سودا معلوم ہوگیا اس کے بارے میں احکام القرآن للجصاص (ج ۱ صفحہ ۲۶۲) میں ہے، اسلم بن ابی عمرانؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں جہاد کیلئے گئے جماعت پر عبدالرحمٰن بن الولید مقرر تھے تو یہ لمبی حدیث ہے اس میں ہے کہ ایک آدمی نے دشمن پر حملہ کیا لوگوں نے اس کو کہا کہ روکو روکو، لاالٰہ الا اللہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ بے شک اے جماعت انصار ہدایت ہمارے حق نازل ہو چکی ہے جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی نصرت فرمائی اور دین اسلام کو غالب کیا تو ہم نے دیکھا کہ ہم اپنے مال و اسباب کی اصلاح میں لگے رہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمایا وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (سورۃ بقرہ ۱۹۵) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں اور اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے مال واسباب کے فکر میں لگے رہیں اور جہاد کو چھوڑ دیں۔ ابوعمران فرماتے ہیں کہ ابوایوب انصاریؓ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہمیشہ جہاد کیا کرتے تھے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں شہید ہو کر وہاں دفن کر دیا گیا۔ تو حضرت ابوایوبؓ کے قول سے معلوم ہوگیا کہ آیت کریمہ اسی کے بارے میں نازل ہو چکا ہے اسی طرح روایت حضرت ابن عباسؓ، خذیفہؓ، حضرت حسنؒ، قتادہؒ، مجاہد اور ضحاکؒ سے منقول ہے اس طرح بیان جامع الترمذی کے ابواب التفسیر میں آیا ہے صحیح ابن حبان (جلد ۷ صفحہ ۱۰۵) کوکب الدری (ج ۴ صفحہ ۷۶) میں بھی یہ بیان ہے۔

قولہ یا ایھا الناس انکم...... الخ) جب ان لوگوں کا گمان تھا کہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ آیت کریمہ کا حکم عام ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں برابر ہے کہ اس میں دینی فائدہ ہو یا کوئی اور فائدہ۔ تو ان لوگوں پر اس میں رد آ گیا تو اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہوگیا کہ ہمارا مال و اسباب پر قائم رہنا کہ ہم جہاد کو چھوڑ دیں تو اس سے مخالفت آ گیا ہے اور جب اپنے آپ کو اس مقصد کیلئے قربان کریں کہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو جائے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہلاک کر دیا جائے یا کفار پر مصیبت ڈالیں تو اس طرح ہے چونکہ یہ آدمی جب کفار کے پاس جاتا ہے اور اپنے آپ کو موت پر پیش کریں لیکن وہ کفار کو کوئی مصیبت نہیں پہنچا سکتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور جب فدائی کا موت کفار کو تکلیف دینے کے بعد یا ان میں سے کوئی قتل کریں یا ان کو زخمی کریں تو یہ فدائی صحیح ہے چونکہ اس حالت میں کفار کو خوفزدہ کرنا ہوتا ہے اور کفار کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا موت کے ساتھ محبت ہے تو اس سے کفار کے دلوں میں خوف آ جائے گا اور بزدل بن جائیں گے تو اس بیان سے ان لوگوں کا گمان باطل ہوگیا کہ یہ فدائی موت ناجائز موت ہے اور اس کو اہل علم نے پسند کیا ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ کو قربان کریں اس مقصد کے لئے کہ کفار کو نقصان پہنچائیں اور اس میں دینی منفعت ہو تو یہ صحیح ہے۔

سیر کبیر مع شرح سرخسی (جلد ۴ صفحہ ۱۵۱۲) میں ہے (۲۹۶۳) اگر کوئی مسلمان ہزار آدمیوں پر حملہ کریں تو اگر اس کو امید ہو کہ اس حملہ میں کامیاب ہوگا۔ اور کفار کو نقصان پہنچائے گا تو اس میں کوئی پروا نہیں ہے شرح میں ہے کہ اس میں مقصود حاصل ہوتا ہے کہ کفار کو نقصان پہنچ جاتا ہے (۲۹۶۴) حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی متعدد واقعات ہو چکے ہیں جنگ احد کے موقع پر کسی کو حضور ﷺ نے منع نہیں

فرمایا ہے بلکہ بعض کو شہادت کی خوشخبری دی ہے جب صحابہؓ نے اس کے بارے میں اجازت مانگی اور اگر حملہ میں کوئی فائدہ نہ ہو تو ایسا فدائی حملہ مکروہ ہے ۔شرح میں ہے کہ چونکہ اس میں اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے بغیر کوئی فائدہ کے کہ اس میں مسلمانوں کو فائدہ نہیں حاصل ہوتی ہے جامع الاحکام (یعنی تفسیر قرطبی) جلد۲ صفحہ ۳۴۱ میں ہے: قاسم بن مخیرؒہ، قاسم محمد بن محمد اور عبد الملک نے کہا ہے جو کہ ہمارے علماء میں سے ہے کہ اس میں کوئی پروا نہیں ہے کہ ایک آدمی بڑے لشکر پر حملہ کریں جب اس کے پاس قوت ہو اور اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نیت کے ساتھ ہو اگر اس آدمی کے ساتھ قوت نہ ہو تو یہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جب شہادت مطلوب ہو اور نیت بھی خالص ہو تو حملہ کر سکتا ہے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے اور اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله (البقرہ ۲۰۷) ترجمہ: اور بعض لوگ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے فروخت کرتے ہیں اور ابن خویز منداذؒ کا کہنا ہے کہ ایک آدمی کا سو (۱۰۰) آدمیوں پر حملہ یا ایک لشکر پر حملہ یا ڈاکوں کے جماعت پر حملہ یا جنگ کرنے والوں پر حملہ یا خوارج پر حملہ کرنا دو حالتوں میں سے ایک حالت میں ہوگا اگر حملہ آور کو معلوم ہے تو یہ جملہ حسن (افضل) ہے اور اگر معلوم اور غالب گمان ہو کہ وہ قتل ہو جائے گا لیکن اس کے حملے سے کفار کو نقصان پہنچ جائے گا اور مسلمانوں کو نفع حاصل ہوگی تو یہ حملہ بھی جائز ہے اور یہ واقعہ مجھے پہنچا ہے کہ جب مسلمانوں کے لشکر فارسیوں کے مقابلے میں آگئے تو مسلمانوں کے گھوڑے ان کے ہاتھوں سے بھاگ گئے تو ایک آدمی نے مٹی سے ہاتھی بنایا اور اپنے گھوڑے کو اس کے ساتھ ایک جگہ رکھا تو جب گھوڑے کو خوف ہاتھی سے ختم ہو گیا تو اس ہاتھی پر حملہ کیا جو کفار کے آگے تھا تو کسی نے اس کو کہا کہ آپ قتل ہو جائیں گے حملہ میں تو اس نے جواب میں کہا کہ کوئی پروا نہیں ہے کہ میں قتل ہو جاؤں چونکہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔

اس طرح جنگ یمامہ میں ہوا جب بنو حنیفہ ایک باغ میں محصور ہو گئے تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ مجھے چمڑے کی ڈھال میں بند کرو اور اس کی طرف پھینک دو تو ایسا کیا اور پھر ان کے ساتھ اکیلا جنگ کیا اور دروازہ فتح کیا میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جاؤں صبر کی حالت میں اور اجر حاصل کرنے کے لئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر آپ کا جنت ہوگا تو وہ آدمی دشمن میں گھس گیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، کہ رسول ﷺ جنگ احد میں اکیلے رہ گئے سات انصاری صحابہؓ اور دو قریشی صحابہؓ کے درمیان جب کفار قریب ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو کون دفع کرے گا ہم سے کہ اس کو جنت واجب ہو جائے یا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا تو انصار میں سے ایک صحابی آگے ہو گیا اور مقابلہ شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اس طرح مقابلہ شروع تھا یہاں تک کہ سات صحابہ شہید ہو گئے (ابن العرابی کے احکام القرآن، ج۱ صفحہ ۱۱۶)

تیسرا مسئلہ: التھلکہ کے تفسیر میں ہے اس میں چھ اقوال ہیں چوتھا حالت یہ ہے کہ ان لشکروں میں داخل نہ ہو جاؤ جس کے مقابلے کا طاقت نہ ہو اور امام طبری کا کہنا ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر حالت میں میرے نزدیک صحیح مسئلہ یہ ہے کہ یہ جملہ جائز ہے چونکہ یہ چار صورتیں ہیں

پہلی صورت یہ ہے کہ شہادت مطلوب ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مصیبت موجود ہو۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی جرأت ظاہر کرنا ہو کفار کے خلاف۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کفار میں کمزوری آجائے جب وہ دیکھیں کہ یہ ایک مسلمان نے حملہ کیا جب تمام مسلمان حملہ کریں تو کیا ہوگا۔

(فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۸۵) کہ ایک آدمی کا بڑے جماعت پر حملہ کرنے کے بارے میں جمہور فقہاء نے وضاحت کیا ہے کہ اگر یہ حملہ انتہائی شجاعت کی وجہ سے ہو اور یہ گمان ہو کہ دشمن مرعوب ہو جائیں گے اور مسلمانوں کو جرأت حاصل ہو جائے گا یا ایسے صحیح مقاصد کیلئے ہو تو یہ حملہ صحیح ہے اور اگر حملے کا مقصد صرف اپنے آپ کو قتل کرنا ہو تو یہ حملہ ممنوع ہے اور خاص کر اس حالت میں کہ اس میں مسلمانوں کی تذلیل ہو جاتی ہو (ابن عربی کے احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۴۴) میں ہے: حضرت عمرؓ نے ایک لشکر کو بھیج دیا تو انہوں نے ایک قلعہ کو محاصرہ کیا ایک مسلمان آدمی آگے ہو گیا اور مقابلہ شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا تو یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہوں نے غلط کہا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔

(بلایة والنهایة جلد ۵ صفحہ ۳۰) میں ہے: بنوحنیفہ نے حدیقہ کو بند کیا اور صحابہ کرامؓ نے احاطہ کیا تو ابن مالکؓ نے کہا کہ اے مسلمانوں کی جماعت مجھے اس پر حدیقہ میں پھینک دو تو نیزوں پر اٹھا کر وہاں پھینک دیا دروازے کے قریب جنگ شروع کیا یہاں تک کہ دروازہ کھول دیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے دیواروں سے اور دروازوں سے اور وہاں پر اہل یمامہ کے مرتدوں سے جنگ کی۔

(یہ بیان تاریخ الکامل لابن الأثیر الجزری جلد ۲ صفحہ ۱۳۹) میں بھی ہے۔

ابن اعثم کوفی کے کتاب الفتوح جلد ۱ صفحہ ۳۴ میں ہے: فرماتے ہیں کہ پھر مسلمانوں کی رائے جمع ہوگئی کہ بنوحنیفہ پر ایک جگہ حملہ کریں پھر وہ ایک جگہ جمع ہو گئے اور ایک آواز نعرہ تکبیر لگائی اور ان پر حملہ کیا تو مقابلہ کیا یہاں تک کہ حدیقہ کو پہنچ گئے پھر حدیقہ کو فتح کرنے کو متوجہ ہو گئے اور مسلیم بھی ساتھ تھے تو حضرت ابودجانہؓ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تم ہلاک ہو جاؤ مجھے وہاں تک پہنچاؤ، راوی کہتے ہیں کہ پھر ابودجانہؓ کو نیزے کے ذریعے پھینک دیا یہاں تک کہ حدیقہ کے درمیان پہنچ گیا پھر ابودجانہؓ نے شیر کی چلانگ لگایا اور وہاں حدیقہ کے درمیان جنگ شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) فدائی حملے کی تیسری صورت یہ ہے کہ فدائی حملہ اور اپنے ساتھ گرنیڈ یا اور اسلحہ لے کر اپنے بدن کے ساتھ باندھ کر کفاروں کے علاقے میں جائیں۔ اور پھر اس اسلحہ کو وہاں کھول دیں تو پہلے وہ اپنے آپ کو اڑا دیتا ہے اپنے اسلحہ پر۔ پھر کفار قتل کر دیتے ہیں اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کے قربان کرنے پر کفار سے بدلہ لے لیں تو کیا مسلمان کیلئے ایسے واردات جائز ہے؟ کہ اپنے آپ کو قربان

کر کے دشمن کو نقصان پہنچائیں۔ تو اس صورت کا حکم نصوص شرعیہ میں ہم نے نہیں دیکھا ہے اس طرح کتب فقہیہ میں تو یہ صورت احتیاط کے خلاف ہے اور یہ صورت ہم کو صحیح نظر نہیں آتا ہے۔ اور وہ لوگ اس طریقے پر فدائی حملے کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں اس عقیدے پر کہ ہم کو اس کا حکم معلوم نہیں ہے یا یہ گمان کرتے ہیں کہ پہلے مذکورہ شدہ نصوص عام ہے تیسرے صورت کے ساتھ۔ تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کے نیتوں پر معاملہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کا بدلہ دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام محمد بن حسن الشیانی مع شرح السرخسی کے کتاب سیر کبیر جلد۴ صفحہ ۱۵۱۱ میں ہے: (۲۹۶۰) اگر کوئی مشرک مسلمان کو نیزے سے ماردیں اور اس میں چھبودیں تو وہ ارادہ کریں کہ اس کے پاس جائیں کہ تلوار سے ماردیں تو اگر وہ ہلاک ہونے پر ڈرتا ہو اگر وہ ایسا کریں اور نجات کی امید کرتا ہو تو اس پر نکلنا ضروری ہے۔

شرح: اس لئے کہ اس کی طرف نیزے کے ساتھ جانا اپنے آپ کو قتل کرنے کی امداد ہے اور ہر ایک پر اپنے آپ کی حفاظت واجب ہے پورے طاقت سے پھر دشمن سے بدلہ لے لیں (۲۹۶۱) اگر دونوں جانب برابر ہو اس کے نزدیک یقین کے ساتھ ہلاک ہونے میں دونوں صورتوں میں یا نجات کی امید ہو ان صورتوں میں اس حقیقت میں کہ زخمیوں میں زیادتی نہیں آجائے گا تو کوئی پرواہ نہیں کہ ان کے پاس نیزے کے ساتھ جائیں یہاں تک کہ ان صورتوں میں فرق کیا ہے (۲۹۶۳) اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے صورت میں اپنے آپ کی ہلاکت دشمن سے مقصد حاصل کرنے والا نہیں ہے اور اس صورت میں دشمن کے پاس نیزے کے ساتھ جانا مقصود حاصل ہوتا ہے اور کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے اور اس مقصد کیلئے یہ حملہ جائز ہے اور ان صورتوں میں غالب الرأی بھی یقین کی طرح ہے۔ فتاویٰ تارتارخانیہ جلد۵ صفحوں ۲۵۶ میں ہے)

اگر حربی کافر مسلمان کو نیزے سے ماردیں اور نیزا پیٹ میں گھس جائے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کیلئے کوئی پروا نہیں ہے کہ حربی کے پاس جا کر قتل کریں اگرچہ پیٹ میں نیزا ہو اور یہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا بھی نہیں ہے چونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ نیزے کے زخم سے زندہ نہیں بچ سکے گا۔ سیر کبیر مع شرح سرخسی جلد۱ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔ (۹۵) امام مکحولؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے ارادہ کیا کہ دشمن کو ماردیں لیکن حملہ کر کے وار خطا ہو کر اپنے پاؤں پر ضرب آگیا اور گر کر وفات ہو گیا تو حضور ﷺ نے نماز جنازہ ادا کیا تو صحابہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا یہ شہید ہے تو فرمایا کہ ہاں اس کی شہادت پر گواہ ہو۔

شرح: پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے اس کے بارے میں کہ اپنے آپ کو لوہے سے قتل کریں کیا اس پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ تو بعض کا قول ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہیں ادا کی جائے گی اور کتاب میں جس کی طرف اشارہ ہوا ہے یہ اس کے بارے میں ہے جو اپنے آپ کو غلطی سے قتل کریں۔ اور جب قصداً اپنے آپ کو قتل کریں تو اس پر نماز جنازہ نہیں ادا کی جائے گی اس کی دلیل یہ ہے:

کہ حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اپنے آپ کو لوہے سے قتل کریں تو وہ لوہا ہاتھ میں ہوگا اور

جہنم میں ہمیشہ کیلئے ہوکر اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا اور جو کوئی اپنے آپ کو کسی جگہ سے گرادے تو وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے گراتا رہے اور جو کوئی زہر پی کر ہلاک ہو جائے تو وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے زہر پیتا رہے گا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس پر نماز جنازہ ادا کی جائے۔(٩٦)

سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول ﷺ اسید بن مضر کا گمان ہے کہ عامر بن سنان بن اکوعؓ کے اعمال ضائع ہوگئے۔ چونکہ اس نے ایک یہودی کو مار کر اس کی پاؤں کاٹ دی تو تلوار واپس ہوکر عامر بن سنانؓ کو زخمی کر دیا جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو گیا اور اس کی وجہ سے وفات ہو گیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا جس نے یہ بات کہی ہے جھوٹ کہا ہے بلکہ عامر بن سنانؓ کیلئے دو اجر ہے اس نے جہاد کی ہے (غازی بھی ہے اور شہید بھی) اور وہ جنت میں ہوگا۔ ترجمہ: اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ وہ اس میں معذور ہے کہ اپنے تلوار کے ذریعے سے قتل ہو گیا اور اس کو مستقل اجر ملے گا چونکہ اس نے کافر کے قتل کرنے میں کوشش کی ہے تو جب تلوار واپس ہوکر زخمی ہوگئے اور صبر کر کے وفات پا گیا تو وہ مجاہد بھی ہے، صابر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب تو حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہو گیا کہ اس کیلئے اجرین ہے ایک اجر جہاد کا ایک اجر صبر کا، اور یہاں بعض فقہاء عصر فدائی حملوں کے جواز کے قائل ہیں اس مذکورہ صورت میں اور بعض نصوص شرعیہ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں جو کہ ذکر ہونے والا ہے:

(١) حديث اصحاب الأخدود:

صحیح مسلم میں (كتاب الزهد باب قصة اصحاب الاخدود والساحر والراهب والغلام) میں ہے: (٧٤٦٩) حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ساتھ ایک جادوگر تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے پاس ایک غلام (بچہ) بھیجا کریں کہ اس کو میں جادو کے طریقے سکھاؤں تو ایک بچہ بھیج دیا گیا کہ وہ سحر کو سیکھیں جس راستے سے وہ بچہ ساحر کے پاس جاتا تھا اس راستے میں ایک راہب رہتا تھا تو ایک دن راہب کے ساتھ بیٹھ گیا اور راہب کی باتیں سن لی تو بہت متاثر ہو گیا تو روزانہ جب ساحر کے پاس جاتے تھے، راہب کے پاس بھی بیٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ اسلام لایا بادشاہ کو جب معلوم ہو گیا تو وہ غلام پیش کیا گیا بادشاہ نے راہب کے دین سے واپس ہونے کے بارے میں کہا لیکن اس نے انکار کیا تو اس بچے کو چند آدمیوں کے حوالے کیا اس کو پہاڑ پر چڑھادیں اور وہاں سے گرا دیں۔ بچے نے دعا کی اے اللہ میرے اس کے مقابلے میں کافی ہو جاؤ تو وہ پہاڑ حرکت میں آ گیا اور وہ سارے نیچے گر گئے اور وہ بچہ بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے بچے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے ان کے مقابلے میں کافی ہو گیا۔۔۔ یہاں تک بادشاہ سے غلام نے کہا کہ تم مجھے نہیں قتل کر سکتے ہو یہاں تک کہ میں طریقہ نہ بتاؤں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ طریقہ

کیا ہے؟ غلام نے کہا کہ لوگوں کو ایک ہموار میدان میں جمع کریں اور کمان سے تیر کو میرے طرف چلادیں اور جگر پر ماردیں اور ساتھ یہ بھی کہو کہ غلام کے رب سے شروع کرتا ہوں تو جب ایسا کرو گے تو قتل ہو جاوں گا تو جب ایسا کیا اور غلام کو تیر سے ماردیا اور قتل ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم غلام کے رب پر ایمان لاتے ہیں تو بادشاہ سے کہا گیا کہ پہلے ایک غلام سے ڈرتے تھے یہ تو سارے لوگوں نے ایمان لایا ہے تو خندقوں کے کھدائی کا حکم دیا۔ اس طرح واقعہ جامع الترمذی مسند احمد، صحیح ابن حیان، نسائی شریف، مسند هزار، مصنف عبدالرزاق، الطبرانی فی الکبر ،مسند ابی عوانه، تفسیر نسائی ،تفسیر طبری ،تفسیر تعلبی ،غوامض، الاسماء المبهة للشکوال، الفتح السماوی للمناوی ،تفسیر عبد الرزاق، الاحاد، والمتانی ،الجمع بین الصحیحین للحمدی ،ستره ابن حشام۔ البدایة والنهایة

تو اس حدیث میں معلوم ہوا کہ غلام نے اپنے قتل کے بارے میں بادشاہ کو طریقہ بتادیا اور چونکہ یہ حرام ہے۔ لیکن شارحین نے اس اشکال سے جواب کیا ہے کہ غلام نے بادشاہ کو اپنے قتل کے بارے میں طریقہ اس لئے بتایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا مشہور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے وحدانیت کا دلیل بھی دیکھیں۔ چونکہ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھ لی تو ایمان لائے تو اس لئے غلام نے اپنے آپ کو قربان کیا کہ لوگ ایمان پر مشرف ہو جائیں۔ قاضی عیاض کے **اکمال الطعم بفوائد مسلم** جلد ۸ صفحہ ۵۵۷ میں ہے:

کہ غلام کا یہ عمل اور قول کہ بادشاہ کو اس کا قتل کرنا معلوم ہو گیا کہ لوگوں میں ایمان باری تعالیٰ کا رجحان بڑھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل دیکھیں۔ اس طرح بیان ابوالمالک کے اکمال العلم شرح مسلم میں بھی ہے۔ امام علامہ رشید احمد گنگوہیؒ نے کوکب الدری جلد ۴ صفحہ ۳۱۷) میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے سوا اور روایات میں ہے کہ بادشاہ نے حکم کیا تھا کہ حکومت کے خواص وعوام جمع ہو جائے ایک ہموار میدان میں کہ غلام کو لوگوں کے سامنے پھانسی کیا جائے اور تیر چلاتے وقت بسم اللہ رب ھذا الغلام کہا تو غلام کی موت اب لوگوں کے ہدایت کا سبب بن گیا چونکہ جب لوگوں نے خود یہ واقع دیکھا اور واقعہ سن لیا تو ایمان لانے میں کوئی شک نہیں رہ گیا۔

شیخ العلامه محمد الامین المختار الشقیطی ضوء البیان میں فرماتے ہیں: کہ احباب الاخدود کے واقع احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ پندرواں حکم یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنا دعوۃ کے اشاعت میں جیسا کہ غلام نے اپنے آپ کو قربان کیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں چونکہ اس طرح زندہ ہونے میں ممکن نہیں تھا۔ حافظ علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ میں فرماتے ہیں:

امام مسلم نے اپنے صحیح مسلم میں حضور ﷺ کا روایت نقل کیا ہے **اصحاب الاخدود** کے بارے میں اس روایت میں ہے کہ

غلام نے اپنے قتل کے بارے میں یہ طریقہ ایک مصلحت کے طور پر بتایا کہ دین کا ظہور ہو جائے اس لئے ائمہ اربعہ نے یہ جائز کیا ہے کہ ایک مسلمان کفار کے صفوں میں گھس جائے اگر چہ اس کے گمان میں ہو کہ وہ مجھے قتل کریں گے جب اس حملے میں مسلمانوں کیلئے مصلحت ہو اور اس کی تفصیل اور جگہ بھی کی ہے تو جب ایک آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو اس لئے قتل کرتا ہے کہ جہاد کا مصلحت ہو چونکہ اپنے آپ کو قتل کرنا بڑی بات ہے تو خود کو قربان کرنے پر اگر دوسروں کو بھی نقصان پہنچتا ہو جس میں دین اسلام کا مصلحت ہو کہ وہ مصلحت اس جیسے حملے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہو اور اس سے کفار مفسدین کو بھی ضرر ہو تو اس حالت میں صحیح ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو آدمی مال کے سوا قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو بغیر خون کے قتل ہو گیا وہ بھی شہید ہے اور جو آدمی بغیر گناہ کے قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے۔ تو آج کل ان کفار کے ساتھ جہاد کرنا کیسا صحیح نہیں ہو گا جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دشمن ہے۔

(۱) لیکن یہ قصہ پہلے شریعتوں میں سے ہے تو اس کو دلیل پیش کرنا کافی نہیں ہے اس طرح یہ حدیث خبر واحد ہے اس کا تعارض نصوص شرعیہ کے ساتھ آیا ہے جس میں اپنے آپ کو قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔

(۲) یہ واقعہ فدائی حملوں پر دلالت نہیں کرتا ہے کفار کی مدد سے معلوم ہوتی ہے اپنے آپ کو قتل کرنے پر اور یہ ہمارے دین میں ناجائز ہے

(۳) کفار پر مسلمانوں کا ترس آنے کا مسئلہ۔ امام ابو یوسفؒ نے اپنے کتاب الرد علی سیر الاوزاعی میں کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب مسلمان کفار کا محاصرہ کریں تو کفار دیوار پر کھڑے ہو مسلمانوں کے بچے ڈھال کے طور پر آگے پکڑلیں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو تیروں اور منجنیق سے ماردیں لیکن قصد یہ ہو کہ کفار قتل کریں یہ قصد نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے قتل ہو جائیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان ان پر حملہ کرنے سے منع رہے جب ان میں سے ایک ظاہر ہو جاتا ہے تو حملہ کریں چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولو رجال مؤمنون ونساء مؤمنات تو مسلمان کس طرح حملہ کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے کوئی دیکھتا بھی نہیں۔ امام ابو یوسفؒ ہیں کہ امام اوزاعیؒ نے اس آیت کا غلط تاویل کیا اور اگر مشرکین حملہ ناجائز ہو جائے اور اس کے ساتھ جہاد جب ان کے ساتھ ان کے بچے اور عورتیں ہوں تو چونکہ حضور ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے اور حضور ﷺ نے طائف کے لوگوں کو اھل خیبر کو اور قریضہ ونظیر کو محاصرہ میں لیا تھا۔ اور ان کو محاصرے میں سخت رکھا اس طرح اہل طائف کیلئے منجنیق لگایا حملہ کرنے کیلئے۔ سیر کبیر مع السرخسی جلد ۴ صفحہ ۱۴۴۶ میں ہے: (۲۸۰۰) اور اگر مسلمان مشرکین کے کشتی کو جلائیں یا اس کو غرق کریں اور اس میں مسلمان بھی ہو تو مسلمانوں پر اس کا دیت اور کفارہ نہیں ہے۔

شرحہ: چونکہ مسلمانوں نے ایسا عمل سرانجام دیا کہ شرعاً ان کیلئے جائز تھا اگر چہ حقیقت الامر پر واقف ہوں۔

(۲۸۰۱) اس طرح اگر مشرکین مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنائیں تو مسلمان ان پر حملہ کریں تو یہ بھی جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو قتل کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ مشرکین اصل مقصد ہو۔

شرحہ: چونکہ اگر مسلمان اور طریقے سے مشرکین کو پہنچنے پر قادر تھے تو ان پر لازم ہے کہ حملہ کرنے سے باز رہے اور اگر حملہ کرنے کے

بغیر کوئی راستہ نہ تھی تو حملہ کریں لیکن مسلمانوں کے اولاد کے قتل کرنے کی نیت نہ کریں چونکہ یہ ان کی طاقت میں ہے۔(۲۸۰۲)اور اگر ان پر حملہ کرنا واجب ہو جائے تو ان پر غالبہ نہیں آجائے گا۔

شرحہ: تم دیکھتے نہیں ہو کہ اگر مشرکین کے ساتھ کشتی میں عورتیں ہوں یا ان کے بچے ہوں تو حملہ کرنے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

مختصر اختلاف الفقهاء للطحاوی میں ھے:

(۱۵۸۲)ہمارے علماء کہتے ہیں اور سفیان کا بھی یہی قول ہے کہ مشرکین کے قلعوں کو مارنے کی کوئی پروا نہیں ہے اگر چہ اس میں مسلمان قیدی ہوں یا مسلمان کے بچے ہوں اور کوئی پروا نہیں ہے کہ ان کے قلعے کو جلائیں لیکن اس میں مشرکین کے قتل کا ارادہ کریں اور اگر اس میں کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس پر دیت اور کفارہ بھی نہیں ہے۔امام توریؒ کے نزدیک کفارہ ہے دیت نہیں ہے اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ کفارہ کے کشتی کو اس وقت تک نہیں جلایا جائے گا جب تک اس میں مسلمان قیدی ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذابا الیما اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کو کفار پر حملہ کرنے سے روکنے کو فرماتے ہیں جب ان کے ساتھ مسلمان ہو اور جب کفار مسلمان سے جدا ہو جائے تو اس کو سزا دی جائے اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کفار مسلمانوں کے اولاد کو ڈھال بنائیں تو اس پر حملہ نہ کی جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولولا رجال مؤمنون پھر فرماتے ہیں کہ اس سواری کو بھی نہیں جلایا جائے گا جس میں مسلمان قیدی ہوں اور ان کے قلعوں کو منجنیق سے ماردیا جائے گا اگر چہ اس میں مسلمان قیدی ہوں تو اگر اس میں مسلمان قیدی قتل ہو گیا تو یہ قتل خطا ہے اور اگر مشرکین نے ڈھال کے طور پر مسلمانوں کو کھڑا کیا لیکن مسلمانوں کا قصد دشمنی پر حملہ کرنا ہو تو یہ جائز ہے اور یہ لیثؒ کا قول بھی ہے۔اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی پروا نہیں ہے کہ مشرکین کے قلعے پر حملہ کریں اگر چہ اس میں قیدی ہوں یا بچے ہوں اور اگر قیدی یا بچے قتل ہو گئے تو اس پر کوئی جرم نہیں ہے اور اگر ڈھال کے طور پر کھڑے کریں تو اس میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔ایک یہ کہ اس پر حملہ کیا جائے۔دوسرا قول یہ ہے کہ حملہ نہ کیا جائے لیکن اگر حملہ کیا لیکن معلوم ہو کہ یہ مسلمان ہے تو اس پر دیت مع الرقبہ لازم ہے اور اگر مسلمان معلوم نہ ہو تو صرف رقبہ لازم ہے۔ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولولا رجال مؤمنون اور حضور ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے کفار کے اور حملہ کرنے نہیں منع فرمایا ہے اگر چہ عورتیں اور بچے ہوں۔امام زہریؒ سے روایت ہے کہ عبید اللہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صعب بن جثامہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مشرکین کے علاقے پر حملہ کیسا ہے؟ جب اس میں ان کے بچے اور عورتیں بھی موجود ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی مشرکین میں سے ہے اور حضور ﷺ سرایا کو بھی اسی طرح حملہ کرنے کے بارے فرماتے تھے اور خلفاء راشدین کا بھی یہی طریقہ تھا تو معلوم ہوا کہ مذکور آیت کریمہ اہل مکہ کی خصوصیت ہے۔امام سرخسیؒ کے مبسوط جلد ۱۰ صفحہ ۶۴ میں ہے:اور کوئی پروا نہیں ہے کہ کفار کے علاقے پر پانی جاری کئے جائیں اس طرح اس کو آگ سے جلائیں اس طرح منجنیق سے حملہ کریں اگر چہ اس میں بچے ہوں یا مسلمان قیدی یا تاجر ہوں اور حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس

میں مسلمان ہے اور اسی حملے میں وہ ہلاک ہوجائیں گے تو یہ حملہ جائز نہیں ہے چونکہ اس میں مسلمان کا قتل آتا ہے اور یہ حرام ہے۔اس طرح اگر مسلمان بچوں کو ڈھال بنایا جائے تو ان کو مارنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے اگر مارنے میں مسلمان کو نقصان پہنچ جائے اور حسن بن زیادؒ کو قول کے مطابق یہ حملہ جائز نہیں ہے اور یہ امام شافعی کا بھی قول ہے۔فتاویٰ تاتارخانیہ جلد۵ صفحہ ۴۴۵ میں ہے: اگر مسلمان قوم مشرکین کے ساتھ جہاد کریں تو مشرکین ڈھال کے طور پر مسلمانوں کے بچوں کو پکڑلیں یا کوئی مسلمان یہ ارادہ کریں کہ کوئی تلوار سے ماریں یا نیزیں سے ماریں تو مشرک مسلمان بچوں کو ڈھال کے طور پر لگائیں تو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ مسلمان مشرک کو قتل کریں یا نیزے سے زخمی کریں یا حملہ کریں لیکن مناسب یہ ہے کہ حملے کی غرض کافر کو قتل کرنا ہو مسلمان بچے قصد نہ کریں تو اگر مسلمانوں کا بچہ قتل ہوگیا تو اس پر کوئی دیت یا کفارہ نہیں ہے۔تو ان متعدد نصوص مذکورہ وغیرہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔

(۱) مجاہدین کفار پر گرنیڈ پھینک دیں یا منجنیق چلائیں یا ان پر پانی چھوڑ دیں کہ وہ غرق ہوجائے یا ان پر ان کے قلعے گرادیئے جائیں اگر چہ ان میں مسلمان قیدی یا تاجر ہوں برابر ہے کہ مجاہدین کو معلوم ہو کہ ان کے حملے سے مسلمان بھی قتل ہوجائیں گے یا معلوم نہ ہو اس طرح برابر ہے کہ اگر حملہ نہ کریں تو کفار مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور شکست دیں گے یا حملہ نہیں کریں گے اور مجاہد پر واجب ہے کہ حملہ کرتے وقت کفار کو قتل کرنے کی قصد کریں اور اگر کوئی مسلمان مجاہد کے ہاتھوں قتل ہوا ہو تو اس کی دیت اور کفارہ نہیں ہے چونکہ یہ اقدام جائز ہے اس طرح اگر کفار کشتی میں ہوں اور ان کے ساتھ مسلمان قید میں بھی ہوں تو مسلمانوں کیلئے جائز ہے کہ اس کشتی کو جلائیں یا غرق کریں۔

(۲) اس طرح اگر کفار کسی قلعے میں مسلمانوں کو ڈھال کے طور پر رکھیں تو اس پر حملہ جائز ہے لیکن حملہ کرتے وقت کفار کا ارادہ کریں برابر ہے کہ ان کو معلوم ہوا کہ مسلمان قیدی بھی قتل ہوجائیں گے یا معلوم نہ ہو اس طرح اگر معلوم ہو کہ حملہ نہ کرنے سے مسلمانوں کو شکست ہوگا یا معلوم نہ ہو تو حملہ جائز ہے اور اس کی دیت اور کفارہ بھی نہیں اگر کوئی مسلمان مار جائے اس طرح اگر کافر مسلمان قیدی کو ڈھال بنائیں اور وہ مسلمان کافر کے ساتھ آمنے سامنے جنگ کرتا ہو میدان جنگ میں تو مسلمان مجاہد کے لئے جائز ہے کہ قیدی مسلمان کو تلوار سے ماردیں یا نیزے سے حملہ کریں یا اس پر گرنیڈ سے حملہ کریں اور اس پر دیت یا کفارہ بھی نہیں ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ حملے کا ارادہ کافر پر کریں۔اور یہ ڈھال بنانے کا مسئلہ کہ کفار مسلمانوں کو ڈھال بنائیں یہ ظاہر الروایۃ کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ ہمارے آئمہ ثلاثہ سے مذکور ہے یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور اس کے بارے میں متقدمین سے خلاف بھی مذکور نہیں ہے مگر امام حسن بن زیاد لولوی سے منقول ہے کہ اس حالت میں حملہ کرنا جائز نہیں ہے جب تک مسلمانوں کو شکست کا خطرہ نہ ہو اور مسلمانوں کو خوف ہوا گر حملہ نہ کریں تو ہم شکست ہوگا تو پھر اس کے لئے بھی حملہ کرنا جائز ہے۔مجموع الفتاویٰ میں ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے۔۵۳۷/۱۲۸، کہ آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کو ڈھال بنائیں اور مسلمانوں پر خوف ہو قتل ہونے کی تو جائز ہے کہ اس پر

حملہ کریں لیکن کفار کے قتل کا قصد کریں۔'' والرجل یحمل علی المشرکین وحدہ"قال محمدؒ اذاخرج علیهم من المشرکین بین الصفین یدعوالی البراز فلا بأس بأن یخرج الیه رجل من المسلمین ما لم ینهه الامام عن ذالک ثم یحل له الخروج للمبارزة ان کان غالب رأیه انه یقتل أوغالب رأیه انه ینکی فی الذی استقبلةأوفی غیره اما اذاکان غالب رأیه أنه لا ینکی فی الذی استقبلة اوفی غیره ویقتل هولایحل له الخروج للبراز وسیأتی جنس هذا بعد هذا.وان کان الامام نهی عن الخروج للبراز فهذاعلی وجهین أما ان یکون النهی عاما بأن قال لا یخرج رجل منکم للبراز فهذاللنهی عام وان ذکره منکم وان کان النهی حاصا فی حق شخص بعینه لا یخرج هولکن یخرج غیره.واذارز المسلم المشرک فلاباس للمسلمین أن یبعثوا بصاحبهم ان قدرواعلی ذلک ولاباس للرجل أن یحمل علی المشرکین وحده وان کان غالب رأیه انه یقتل اذاکان فی غالب رأیه ان ینکی فیهم نکایة تقتل أوجرح اوهمزلمةوان کان غالب رأیة انه لاینکی فیهم نکایة لا بقتل ولا بجرح هزیمة ویقتل هوانه لا یباح له ان یحمل وحده وفی الحانیة ولاباس للرجل الواحدمن المسلمین ان یحمل علی الف من المشرکین ان کان یطمع السلعة أو النکایة بهم وان کان لا یطمع احدهما کره وفی الینا بیع ولوطعن حربی المسلم برمح ونقذفی جوفه قال ابوحنیفةؒ لاباس بأن یمشی الیه یقبله وان کان الرمح فی جوفه ولایکون هذاالقاءنفسه فی التهلکة لان الظاهرأنه لا ینجو من الطعن وفی شرح الطحطاوی ومن کان من المسلمین فی سنفیة فی البحر فرماها العدو النار فعملت فیها النار فانه ینظر ان کان المسلمون یرجون النغینه فی المکث فیها فانهم یمکشون فیها وان علوا النجاة فی الوقوع فی الماء فعلوا وان کان کل واحد منهما یعلک فعند ابی حنیفةؒ لهم الخیاران شاؤ اصبرواعلی ذلک وان شاؤآلقوا انفسهم فی الماء وقال محمدؒ لیس لهم آن یلقو انفسهم ولکن یصبرون لیکون قتلهم

بفعل غيرهم هذا اذا لم تصب النار بدنهم اما اذا آصابت فانهم يلقون آنفسهم فى الماء لان فيه ادنى راحة وقول ابى يوسفؒ مضطربه فقيل ان قوله مع قول محمدوقيل مع آبى حنيفةؒ وقال بعض مشايخنا اذا كان فى آيام النشاء فليس له آن يلقى نفسه فى الماء بالاتفاق لانه لا را مة له فيه و انما الاختلاف فيما اذا كان له ادنى راحة و العلم المذ كور هاهنا علم ظاهر وعليه لاعلم احاطة و حقيقة (فتاوى تاتار خانيه ۵۵۷ ج ۵) امام محمدؒ نے فرمایا جب ایک لشکر مشرکین کے صفوں میں نکلے اور لڑائی کا اعلان کردے تو اس میں کچھ خرج نہیں کہ مسلمانوں میں ایک آدمی ان کے مقابلے کیلئے نکلے جب کہ امام نے اس فعل سے منع کرنے کا اعلان نہ کیا ہو اگر ان کا یہ غالب گمان ہو کہ میں ان کو قتل کروں یا زیادہ نقصان پہنچاؤں گا تو ان کیلئے ان لڑائی میں نکلنا جائز ہے اور اگر ان کا یہ غالب گمان ہو کہ نہ میں ان کو قتل کر سکتا ہوں اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہوں تو اس صورت میں نکلنا جائز نہیں ہے اگر امام نے لڑائی میں نکلنے سے منع کرنے کا اعلان کیا تو ان کی دو قسمیں ہیں عام کرنے کا اعلان یا خاص ہو کر ایک ایک یعنی مسلم اور مشرک کے درمیان مقابلہ شروع ہو تو اس صورت میں مسلمانوں پر کوئی خرج نہیں کہ وہ اپنے آدمی کی امداد کرے اور ایک مسلمان کا جب غالب گمان ہو کہ میں کفار کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا ان کو قتل کر سکتا ہوں یا زخم یا ان کو شکست دے سکتا ہوں تو ان کیلئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کے صفوں پر اکیلے حملہ کردے اگر ان کا غالب گمان ورائے یہ ہو کہ میں ان کو نقصان یا قتل نہیں کر سکتا تو ان کیلئے جائز نہیں یعنی قتل ہو جاوں اور ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو ان کیلئے نکلنا جائز نہیں اور خانیہ میں ہے اور اکیلے مسلمان کے یہ جائز ہے جب ان کا گمان ہو کہ میں زندہ سلامت نکل سکتا ہوں اور ان کو نقصان بھی دے سکتا ہوں ان کیلئے ہزار آدمیوں کے مقابلے کیلئے نکلنا جائز ہے اور اگر یہ گمان نہ ہو تو نکلنا جائز نہیں ہے۔

خودکش حملے کی شرعی حیثیت

تحقیق دارالافتاء جامعة العلوم الاسلامیه بنوری ٹاؤن کراچی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں:

1 ...... کسی اسلامی ملک یا اس کے باشندے یا اس کے اہلکار کا دشمنان اسلام کو تباہ کرنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی جسم کے ساتھ بمب باندھ کر انکی صفوں میں گھس جانا، یا ان پر حملہ کردینا جبکہ اس میں اس کی اپنی موت بھی یقینی ہے۔

از روئے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی درست ہے یا نہیں؟

2 ...... اور کیا ایسا شخص دشمن پر حملہ کرتے ہوئے مرجانے کی صورت میں شہید ہوگا یا نہیں؟

3 ...... نیز کیا اس مسئلہ میں حالت جنگ اور غیر حالت جنگ میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟ جبکہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں مسلسل لگے ہوئے ہیں؟

4 ...... خاص کر ہندوستان، کشمیر، چیچنیا، فلسطین وغیرہ میں برسرپیکار مجاہدین اگر اس طرح خودکش بمب حملہ کریں تو اس کا کیا حکم ہے؟

ازراہ مہربانی مفصل اور مدلّل جواب تحریر فرماکر ماجور ومشکور ہوں۔ المستفتی : محمد بشیر گلشن اقبال کراچی

الجواب بعون الوھاب

سوالات کے جوابات سے قبل بطور تمہید چند باتیں تحریر کی جارہی ہیں، تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

(1) شریعت کی اصطلاح میں جہاد اپنی طاقت، اپنی محنت اور کوشش کو محض خداوند کریم کے کلمہ اور دین کی سربلندی کیلئے اس کی راہ میں لگادینے اور بہادینے کا نام ہے۔

جہاد سے صرف خونریزی، شجاعت اور مردانگی کا اظہار، قومیت اور وطنیت وغیرہ مقصود نہیں، بلکہ اس عظیم الشان عبادت کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی، مفسدین اور کفار کے شروفساد کی بیخ کنی، ان کی سازش اور چالوں سے مسلمان اور دین وشریعت کی حفاظت کیلئے فرض کیا گیا۔ ورنہ نظام عالم درہم برہم ہوجاتا اور کوئی دینی ادارہ اور عبادت خانہ باقی نہ رہتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کیلئے نہ مٹاتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوت خانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانہ میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے، سب منہدم ہوچکی ہوتیں۔

اس کے برعکس اگر لڑائی کا مقصد اسلام کی سربلندی نہیں بلکہ نام ونمود ہے یا اسلام کا لحاظ کئے بغیر صرف قوم، وطن یا کوئی اور دنیوی یا نفسانی خواہش ہے تو یہ جہاد نہیں ہوگا بلکہ یہ ایک قسم دنیا کیلئے جنگ ہوگی۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ پڑھنے پڑھانے والے حضرات جہاد کی حقیقت، اہمیت، علوِ مرتبت کے بارے میں بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری آیات اور نبی کریم ﷺ نے اپنی قول وفعل کے ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت اور عظیم الشان دینی فریضہ ہونے کی خبر دی۔

نبی اکرم ﷺ کی حین حیات میں 82 جنگیں لڑی گئیں اور کم وبیش 27 غزوات میں خود نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ جس سے جہاد کی اہمیت خود بخود واضح ہوجاتی ہے۔ اس کو ثابت کرنے کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

(2) جہاد جس طرح بعض مواقع میں فرض کفایہ ہوتا ہے، اسی طرح بعض حالات اور مواقع میں فرض عین بھی ہوجاتا ہے۔ اگر کافر اپنے ملک میں ہوں، تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر کفار مسلمانوں کے کس شہر پر حملہ کردیں تو ان شہر والوں پر ان کے خلاف جہاد کرنا فرض عین ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تو اس صورت میں درجہ بدرجہ قریب والے شہروں پر بھی ان کی مدد کرنا اور انکے ساتھ مل کر جہاد کرنا فرض ہوجاتا ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

اس وقت کشمیر، چیچنیا، فلسطین وغیرہ میں جس طرح کفار اور دشمنان اسلام مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے ہیں، وہاں نہ ان کی جان ومال محفوظ ہے، نہ عزت وآبرو۔ مسلمان قیدیوں، بوڑھوں، بچوں پر یہ وحشتناک مظالم اور تکالیف کی داستانیں اور وہاں موجود مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے عزائم ان دشمنان اسلام کی بربریت اور وحشیانہ پن کے ثبوت کیلئے کافی ہیں، جو کہ کافر ذرائع ابلاغ اسے چھپانے کی کوشش کرنے کے باوجود چھپ نہیں رہا۔

اس صورتحال میں جو مجاہد تنظیمیں، جانباز مجاہدین وہاں برسرپیکار ہیں، ان میں سے اکثر کا مقصد اپنے مظلوم بہن بھائیوں کی مدد کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا جو کہ جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اور کچھ تنظیمیں اور مجاہدین ظلم وستم کے دفاع کے نظریئے کے تحت لڑ رہے ہونگے، یہ بھی مقاصد جہاد میں سے ایک بڑا مقصد اور جہاد ہے۔ لہذا کشمیر، چیچنیا، فلسطین وغیرہ کے جہاد ہونے پر شکوک و شبہات کا اظہار کرنا صحیح نہیں۔

(3) اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانا ایک بڑی سعادت اور کامیابی ہے۔ خود حضور نبی کریم ﷺ کا بار بار شہادت کی تمنا فرمانا کتب حدیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے والذی نفسی بیدہ لوددت أنی أقتل فی سبیل اللہ ثم أحیی ثم أقتل ثم أحیی ثم أقتل (1 / 392) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالی کے راستہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے اور آپ کے بعد جانثار صحابہ اور ان کے تابعین نے جس طرح جوانمردی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا، اور اپنے مدمقابل دشمنان اسلام کو ہلاک کرنا اور انہیں کسی بھی طرح سے نقصان پہنچانا، اپنا مقصد ٹھرایا، اگر انہیں اکٹھا کیا جائے تو ایک بڑی کتاب بن جائے۔

اب ہم ذیل میں نمونہ کیلئے صحابہ کرامؓ کے صرف چند واقعات پیش کرتے ہیں جن میں ان کا دشمن کو تباہ وبرباد کرنے اور نقصان پہنچانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا اور اس دوران شہادت کے درجہ کو حاصل کر لینا موجود ہے۔

1 ...... حافظ ابن قیمؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب **زاد المعاد** میں رقمطراز ہیں:

غزوہ احد میں جب ایک موقع پر بظاہر کفار غالب ہو گئے تھے، اور لوگوں میں یہ خبر پھیلا دی گئی کہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دئے گئے۔ مسلمانوں میں مایوسی اور کم ہمتی پیدا ہوگئی۔ اس موقع پر حضرت انسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ اور دیگر بہت سے مہاجرین وانصار کے مجمع تک پہنچے، تو دیکھا کہ یہ حضرات ہاتھ پر ہاتھ دئے بیٹھے ہیں، حضرت انس بن نضرؓ نے انہوں سے پوچھا کہ اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ قتل کر دئے گئے (لہذا ہم میں اب لڑنے کی ہمت نہیں) حضرت انس بن نضرؓ نے فرمایا کہ آپ

ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ کھڑے ہو اور جس کام کو کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ شہادت پا گئے اسی پر تم بھی مر مٹو۔ پھر حضرت انس بن نضرؓ کفار کی صفوں کی طرف پلٹے اور ان صفوں میں گھس کر قتال کرتے ہوئے خود بھی شہادت پا گئے۔

اس واقعہ سے جہاں اور بھی بہت سے باتیں معلوم ہوئیں، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو قتل کرا دینا نہ صرف جائز بلکہ سنت صحابہؓ ہے۔ جیسا کہ حضرت انس بن نضرؓ اور دیگر بہت سے حضرات صحابہؓ نے اس طرح کیا۔ (زاد المعاد 3/209, 211)

2 ...... حضرت مدرک بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا، میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے ایک پڑوسی نے اپنے آپ کو جنگ میں ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا (لہذا یہ شہید نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنے والا ہے)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں بلکہ اس مرد مجاہد نے آخرت کو دنیا کے بدلہ میں خرید لیا۔ (فتح الباری 8/158 تحفۃ الاحوذی 4/3)

3 ...... حضرت امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ (میدان جہاد میں) رسول اللہ ﷺ نے جنت کا تذکرہ فرمایا۔ ایک انصاری صحابیؓ نے آپ سے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب سمجھتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں (تو میرے بارے میں کیا ارشاد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں اس کے بدلہ جنت ملے گی۔ پس وہ صحابی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کافروں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے قتل کر دیا۔ ایک اور انصاری صحابی نے جنت کے تذکرہ پر اپنے آپ سے زرہ اتار کر پھینک دی، پھر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور دشمنوں نے انہیں قتل کر دیا۔ (تفسیر کبیر للامام الرازی جلد 5 ص 148)

یہ چند واقعات بطور نمونہ تحریر کئے گئے کہ صحابہ کرامؓ سے جس طرح سے میدان جہاد میں دشمنوں کو نقصان پہنچانا ممکن ہو سکا، انہوں نے اس طریقہ کو اختیار کر کے دشمن کو نقصان پہنچایا۔ حتیٰ کہ دشمنوں کی صفوں میں اکیلے گھس جانے، اپنے جسموں پر بے شمار زخم کھانے سے بھی دریغ نہیں کیا اور بالآخر شہادت کی عظیم نعمت کو پا گئے۔

مذکورہ بالا چند بنیادی امور تحریر کرنے کے بعد اب سوالات کے جوابات ترتیب وار لکھے جاتے ہیں:

(1) واضح رہے کہ موجودہ زمانہ کے گولہ، بارود، بمب وغیرہ اس زمانہ کی نئی ایجادات ہیں۔ عہد نبوی ﷺ اور اس کے بعد صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے زمانہ میں اس کا وجود نہیں تھا۔ باقی ضرورت کے اعتبار سے اس قسم کے جنگی سامان کو بنانا اور دشمنوں کے خلاف استعمال میں لانا، جائز بلکہ حکم خداوندی کی تعمیل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم ترجمہ: اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے، ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو، کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ تعالی کے دشمن ہیں اور تمھارے دشمن ہیں۔ (بیان القرآن)

سوالنامہ میں تحریر شدہ خودکش بم حملہ کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جس کا متقدمین کی عبارات میں صراحۃً ذکر نہیں: قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہاء نے اس قسم کے اقدام کو جہاد اور قتال قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں اگر کوئی مجاہد مقتول ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

ذیل میں ہم تین قسم کے دلائل اور اس کے نظائر پیش کر رہے ہیں، ان کی روشنی میں اپنے جسم سے بم باندھ کر حملہ کرنے کا حکم بالکل واضح ہو جائیگا۔

دلیل اول:

تفسیر، حدیث اور فقہ کے حوالوں سے یہ بات واضح ہے کہ صرف ایک آدمی کیلئے مد مقابل دشمن کی صفوں میں گھس کر ان پر حملہ کرنا، تاکہ ان کو قتل کرے یا ان کو نقصان پہنچائے شرعاً جائز ہے۔ اگر چہ وہ مد مقابل دشمن ہزاروں کی تعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔ کچھ حوالے گزشتہ صفحات میں گزر چکے، مزید حوالے آئندہ سطور میں تحریر کئے جا رہے ہیں:

1) آیت مبارکہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة کے تحت امام ابوبکر جصاصؒ تحریر فرماتے ہیں فاما حمله على الرجل الواحد على حلبة العدو فان محمد بن الحسن ذكر فى السير الكبير أن رجلا لو حمل على الف رجل وهو وحده لم يكن بذالک بأس اذا كان يطمع فى نجاة او نكاية .... فان كان لا يطمع فى نجاة ولا نكاية ولكنه يجرى المسلمين بذالک حتى يفعلوا مثل ما فعل فيقتلون و ينكون فى العدو فلا بأس بذالک إن شاء الله تعالى (احكام القرآن 1 / 262، احكام القرآن للكيا الهراسي 1 / 88)

یعنی اس آیت کو ایک آدمی کے دشمن کی جماعت پر حملہ کرنے کے بارے میں محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر صرف ایک آدمی دشمن کے ہزاروں فوجیوں پر حملہ کر دے اور وہ اکیلا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس سے بچنے کی امید ہو (یا بچنے کی امید تو نہ ہو لیکن ساتھ ساتھ) دشمن کو (ہلاک یا) کاری زخم لگانے کی امید ہو۔ اور اگر زندہ بچنے کی یا دشمنوں کو زخم پہنچانے کی امید نہ ہو لیکن اس مجاہد کا اس طرح اقدام کرنا مسلمانوں میں جرأت پیدا ہونے کا ذریعہ اور سبب بن جائے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اسی کی طرح (جوانمردی کا مظاہرہ) کریں اور دشمن کو زخم پہنچائیں اور قتل ہو جائیں تو انشاءاللہ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

2) اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن العربیؒ رقم طراز ہیں فقال القاسم بن مخيمرة والقاسم بن محمد و عبد الملك من علمائنا لا بأس أن يحمل الرجل وحده على الجيش العظيم اذا كان فيه قوة و كان لله بنية خالصة و الصحيح عندي

جوازه لأن فیه أربعة أوجه الأول طلب الشهادة الثاني وجود النكاية الثالث تجرية المسلمين عليهم الرابع ضعف نفوسهم ليروا أن هذا صنع واحد فما ظنك بالجميع والفرض لقاء واحد اثنين (احكام القرآن لأبی بکر محمد بن عبد الله المعروف بابن العربی 1 / 16) قاسم بن مخیمرہؒ، قاسم بن محمدؒ، عبدالملکؒ فرماتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے بڑے لشکر پرحملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں قوت اور طاقت ہو اور وہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالی کیلئے اسطرح کرے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ اسلئے جائز ہے کہ اس میں چار فائدے ہیں (۱) شہادت کی طلب کرنا (۲) دشمن کو زخمی کرنا (۳) مسلمانوں کو دشمنوں پر جرأت دلانا (۴) دشمنوں کو ضعیف اور کمزور کرنا۔ تاکہ جب وہ صرف ایک آدمی کو اسطرح کا حملہ کرتے ہوئے دیکھیں گے تو پورے لشکر سے انتہائی خوفزدہ ہوجائیں گے جبکہ مسلمانوں پر فرض ایک آدمی کا دو دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہے۔

3) ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے کہ قسطنطنیہ میں رومیوں سے مقابلہ تھا، ان کی ایک بہت بڑی صف مقابلہ کیلئے سامنے آئی۔ مسلمانوں سے ایک شخص ان پر حملہ کرتے ہوئے ان کی صفوں میں گھس گیا۔ لوگ چیخ پڑے کہ یہ آدمی اتنی بڑی فوج پر اکیلے حملہ کرکے اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈال رہا ہے حالانکہ اللہ تعالی نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة حضرت ابوایوب انصاریؓ جو اس لشکر میں موجود تھے نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے تم لوگوں نے جو اس آیت کا مطلب لیا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ یہ آیت ہمارے جہاد کو چھوڑنے اور اپنے اموال وغیرہ کی طرف متوجہ ہونے کے ارادہ کرنے پر نازل ہوئی کہ اگر تم لوگ اس طرح جہاد کو چھوڑ دوگے اور اللہ تعالی کی راہ میں خرچ نہیں کروگے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دوگے۔ (ترمذی 2 / 126، ابوداؤد 1 / 347)

4) اس حدیث کے تحت فقیہ الامت عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں واما من اهلك نفسه ليعلى كلمة الله او ليهلك عدوه او يصيب فيهم نكاية فليس مما زعمتم وهذا الرجل كان كذالك فانه لما دخل فيهم ووطن نفسه علي الموت فاي بلاء لا يصيبها عليهم واذا كان موته بعد انكائهم او قتل احد منهم او جرح بعضهم لم يكن من هذا القبيل لان ذالك أهيب لهم فانهم يستدلون بذالك على شدة رغبة اعل الاسلام على الموت فيلقاهم الخور والجبن وهذا الذى اختاره اهل العلم من أن الرجل اذا القى نفسه بحيث يستيقن فيه قتله يساغ له ذالك اذا كان ذالك يجلب منفعة دينية معتدة بها (الكوكب الدرى 4 / 76) یعنی: اگر کوئی شخص اللہ تعالی کے دین کی سربلندی، دشمن کو ہلاک کرنے یا انہیں زخمی کرنے کیلئے اپنے آپ کو قتل کرادے تو یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا

نہیں۔ اس مردِ مجاہد کا بھی یہی حال تھا جب یہ شخص اپنے دشمنوں میں گھس گیا اور اپنے آپ کو مرنے پر تیار کرلیا تو کون کون سی ایسی مصیبتیں ہیں جو اس پر نہ آئی ہونگیں۔ جب اس مجاہد کی موت دشمن کو نقصان پہنچانے یا قتل کرنے یا زخمی کرنے کیلئے واقع ہوئی تو یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے قبیل سے نہیں کیونکہ ایسے واقعات کافروں کیلئے زیادہ ہیبت ناک ثابت ہوں گے اور اس سے کافروں کے دلوں میں کم ہمتی، بزدلی پیدا ہوگی۔ اور وہ اس سے یہ اندازہ لگالیں گے کہ اہل اسلام موت کی طرف شدت سے راغب ہیں۔

(خلاصہ یہ ہے کہ) اہل علم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس طور پر جنگ میں ڈالدے کہ اس کا قتل ہوجانا یقینی ہو تو اس کیلئے اس کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی قابل اعتبار دینی نفع کے حصول کیلئے اس طرح کیا جائے۔

5) فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاوی قاضیخان میں ہے ولا بأس للرجل الواحد من المسلمين ان يحمل على الف من المشركين ان كان يطمع السلامة او النكاية بهم وان كان لا يطمع احداهما كره (2 / 459) یعنی: ایک آدمی مشرکین کے ہزار فوجیوں پر حملہ کردے اور اس میں اس کے بچنے کی امید ہے یا بچنے کی امید تو نہیں ہے لیکن دشمنوں کو ہلاک یا زخمی کرنے کی امید ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ان دونوں میں سے کسی بھی چیز کی امید نہیں ہے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

6) امام غزالیؒ سے اس طرح کے بڑھ چڑھ کر کفار کی صفوں میں اکیلے آدمی کیلئے حملہ کرنے کی اجازت منقول ہے (فتاوی نور الہدی 442)۔

اس بارے میں مزید تفصیل کیلئے فتاوی تاتارخانیہ 5 / 257، سیر کبیر للامام السرخسی 1 / 163، فتاوی شامی 4 / 127 تفسیر کبیر 5 / 148 وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

دلیل ثانی:

کفار کو نقصان پہنچانے کیلئے اپنے جسم سے بم باندھ کر حملہ کرنے کی اجازت ایک دوسرے فقہی مسئلہ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح آدمی پر اپنی جان کی حفاظت کرنا فرض ہے اسی طرح اپنے دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کی جان کی حفاظت کرنا اور انہیں اپنے کسی بھی فعل سے مارنے سے محفوظ رکھنا فرض بلکہ زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرنے پر کسی کو مجبور کرے تو اس کیلئے دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے۔ اس کے باوجود فقہاء کرامؒ کی تصریحات کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ اگر کفار مسلمانوں کو اپنے آگے ڈھال کے طور پر استعمال کریں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے لڑنے اور ان پر حملہ کرنے میں مشکل ہو تو مسلمانوں کیلئے ان پر فضائی، بحری، بری حملہ کرنے اور گولیاں برسانے کی اجازت ہے۔ اگرچہ اس میں مسلمان بھی مارے جائیں۔ البتہ مقصود اور نشانہ کافر ہوں، مسلمان نہ ہوں۔

لہذا جب ضرورت کے موقع پر اپنے مسلمان بھائیوں کی جانوں کی پرواہ کئے بغیر کافروں پر حملہ کرنے کی اجازت ہے (اگر چہ مسلمان بھی اس میں مارے جائیں)، اسی طرح اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر کفار کو مارنے اور نقصان پہنچانے کیلئے حملہ کرنے کی اجازت ہے، اگر چہ اس میں مجاہدین کی جان بھی چلی جائے۔

چنانچہ الفقہ الاسلامی و ادلتہ میں شیخ وھبۃ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے: کفار پر تیر برسانے یا جدید بری، بحری، فضائی ہتھیاروں سے حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر چہ ان میں مسلمان قیدی اور تاجر بھی موجود ہوں کیونکہ ان کو ضرورت کی وجہ سے نشانہ بنایا جارہا ہے۔ البتہ مارنے سے کفار کا مقصد ہو، مسلمانوں کا نہ ہو۔ کیونکہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کے ارادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اگر کفار مسلمان بچوں اور قیدیوں کو ڈھال بنالیں تو انہیں ضرورت اور ان کو قتل نہ کرنے کی صورت میں جو فساد برپا ہوگا اس کو ختم کرنے کیلئے کفار پر حملہ کرنے کی اجازت ہے اگر چہ اس میں مسلمان بھی مارے جائیں۔ البتہ مقصد کفار ہوں، مسلمان نہ ہوں۔ اگر اس صورت میں کوئی مسلمان مارا جائیگا تو حملہ کرنے والوں پر دیت اور کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ 6/423) یہی مسئلہ فتاوی عالمگیری 2/194، فتاوی سراجیہ 64، طحطاوی علی الدر المختار 2/441 اور فتاوی ابن تیمیہ 28/546 وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

دلیل ثالث:

مذکورہ بالا مسئلہ کے جواز پر مندرجہ ذیل مسئلہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جسطرح آدمی کیلئے اپنے آپ کو قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح اپنے آپ کو قتل کرانے کیلئے دوسرے کے سامنے پیش کرنا اور دوسرے کو اس کا اختیار دینا جبکہ اس میں کوئی دینی مقصد اور فائدہ نہ ہو، جائز نہیں۔ لیکن اگر مقصود اظہار دین، اعلاء کلمۃ اللہ ہو تو اس کیلئے اپنی جان کو پیش کر دینا نہ صرف جائز بلکہ انشاء اللہ تا قیامت اس راہ پر گامزن ہونے والوں کے اجر و ثواب میں اسطرح کرنے والا شخص شریک ہوگا۔

چنانچہ سیَر و جہاد کے ابواب میں متعدد واقعات اس قسم کے ذکر ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو شہید کرانے کیلئے دشمنوں کے سامنے پیش کیا اور دشمن نے انہیں شہید بھی کر دیئے۔ نبی کریم ﷺ اور دوسرے کبار صحابہ کرامؓ کے سامنے اگر کسی شخص نے ان لوگوں کی شہادت کے بارے میں شبہ ظاہر کیا تو اس کو رد کر دیا گیا۔ اور یہ جواب دیا گیا کہ اس نے اپنی جان کو اللہ تعالی کی رضاء کے بدلہ بیچ دیا، اور یہ آیت ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله کا مصداق بن گیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ سے اصحاب اخدود کا واقعہ نقل فرمایا ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں إن الغلام أمر بقتل نفسه لأجل مصلحة ظهور

الدین یعنی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس لڑکے نے (بادشاہ کو اپنے تیر سے) اپنے آپ کو قتل کردینے کا جو حکم دیا تھا وہ دین کے ظاہر اور غالب ہو جانے کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیا۔

اسلئے ائمہ اربعہ کے نزدیک کسی مسلمان کیلئے کافروں کی صفوں میں گھس کر حملہ کرنا جائز ہے اگر چہ اس آدمی کو اپنے قتل کئے جانے کا ظن غالب ہو جبکہ اس میں مسلمانوں کیلئے مصلحت اور فائدہ ہو۔ (مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام 28 / 540)

لہذا صورت مسئولہ میں کسی مسلمان کیلئے اپنی جسم سے بم باندھ کر کافروں پر حملہ کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس حملہ سے مقصود رضاء الہی، دشمنوں کو تباہ و برباد کرنا، انہیں جانی و مالی نقصان پہنچانا یا زخمی کرنا اور مسلمانوں کی ہیبت، قوت و شوکت کی دھاک بٹھانا ہو۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہاں پر آدمی اپنے ہی اسلحہ (بم، بارود) سے ہلاک ہو رہا ہے، لھذا اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ **تو اس کا جواب یہ ہے** کہ یہاں پر مقصد اپنے اسلحہ سے اپنے آپ کو مارنا نہیں بلکہ مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ محض اور محض اپنے مدّ مقابل دشمنوں کو ہلاک کرنا اوران کو نقصان پہنچانا ہے۔ اگر چہ اس حملہ میں اس کی اپنی شہادت یقینی ہے لیکن ماقبل تحریر شدہ حوالوں (خصوصًا الکوکب الدری کے حوالہ) سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اگر کسی شخص کو اس طرح حملہ کرنے میں اپنی شہادت یقینی معلوم ہو، پھر بھی وہ مسلمانوں کے مصالح کے پیش نظر حملہ کرتا ہے اور دشمنوں کو رسوا کرتا ہے تو اس کی اجازت ہے۔ اسلحہ اپنا ہے یا دوسرے کا، اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ جیسا کہ بعض صحابہ کرامؓ میدان جہاد میں اپنی ہی تلوار سے ہلاک ہوئے، ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شہید ہے اس کی شہادت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کیا جائے اور میں بھی اس پر گواہ ہوں۔

حضرت عامر بن الاکوعؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے واقعات اس بارے میں کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں باقاعدہ اس بارے میں ابواب قائم فرمائے ہیں۔ جس طرح ان صحابہ کرامؓ کا مقصد مرتبہ شہادت کے ساتھ ساتھ مدّ مقابل دشمن کو ہلاک و برباد کرنا تھا لیکن وہ اپنی ہی تلوار سے اپنے آپ کو بلا قصد وارادہ قتل کر بیٹھے پھر بھی وہ شہید کہلائے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے جسم سے باندھے ہوئے بم سے کفار کو قتل وغیرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس بمبار حملہ میں اس کی اپنی جان بھی چلی جاتی ہے تو یہ خودکشی نہیں بلکہ شہادت ہے۔

نیز اگر خودکشی کی تعریف، خودکشی کرنے والی شخص کی غرض ارو خودکشی کی پس منظر اور پیش منظر عوامل اور وجوہات کو دیکھا جائے تو اس سے بھی خودکشی اور دشمن کو ہلاک کرنے کیلئے بمبار حملہ میں واضح فرق نظر آئیگا۔ خودکشی کرنے والا شخص اپنی زندگی سے مایوس، سخت ذہنی اور دماغی پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی تقدیر سے ناراض ہو کر دنیاوی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو موت کی نیند اتار دیتا ہے۔

اس کے برخلاف یہ بمبار مجاہد نہ تو اپنی زندگی سے مایوس ہوتا ہے، نہ ذہنی اور دماغی پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور نہ ہی تقدیر پر

ناراض ہوتا ہے بلکہ دین کی سربلندی، اللہ تعالی سے ملنے کی تڑپ اور مسلمانوں کی جانوں کے خریدار بننے سے متعلق اللہ تعالی کے وعدہ پر مکمل اعتماد اور انتہائی مسرت وخوشی کے ساتھ اپنے سامنے موجود دشمنوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانا اور رسوا کرنا اس کا مقصد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں کسی بھی مسلمان کیلئے اپنے جسم سے بم باندھ کر کافروں کو نقصان پہنچانے کیلئے حملہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

ج (۲) جیسا کہ اس سے قبل حضرت عامر بن الاکوع ؓ کے بارے میں نقل کیا جاچکا ہے کہ وہ اپنی ہی تلوار سے دشمن پر حملہ کے دوران مر گئے تھے، لیکن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے استفسار پر انہیں شہید کہا اور فرمایا کہ میں اس پر گواہ بھی ہوں، حدیث کے الفاظ اسطرح ہیں فقالوا یا رسول اللہ أشهيد هو قال نعم و انا له شهيد بلکہ ایک دوسری حدیث میں ہے مات جاهدا مجاهدا فله أجره مرتين (ابوداؤد 1 / 351) یعنی وہ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے، لھذا اس کیلئے دوگنا اجر ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کی رو سے اپنے جسم سے بم باندھ کر حملہ کرتے ہوئے مر جانے والا شخص نہ صرف شہید بلکہ دوگنے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اسلئے کہ جس طرح اس صحابیؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنی جان دیدی تھی، اس طرح اپنی جسم سے بم باندھ کر دشمن کو ہلاک یا نقصان پہنچانے کیلئے یہ شخص جان دیدیتا ہے۔ لھذا جو حکم اس صحابی کا ہے وہی حکم اس بمبار مجاہد کا بھی ہے۔

ج (۳) جنگ کی دوران دشمن کی فوج کو ہلاک کرنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے کسی مسلم فوج کے سپاہی وغیرہ کیلئے اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر ان صفوں میں گھس کر حملہ آور ہونا شرعاً جائز ہے بلکہ ایسے لوگوں کو شہادت کا درجہ ملیگا۔ اور اگر فریقین میں باقاعدہ جنگ جاری نہیں ہے لیکن کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں مسلسل لگے ہوئے ہیں تو اس صورت میں بھی اپنی جسم کے ساتھ بم باندھ کر کفار کے مجمعوں میں گھس کر حملہ کرنا، ان کو نقصان پہنچانا، ہلاک وزخمی کرنا، ان کے ظلم وستم سے ان کو باز رکھنے کیلئے اسی طرح حملہ کرنا جائز ہوگا۔ ہاں اگر فریقین میں کسی اعتبار سے بھی جنگ جاری نہیں ہے اور کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم بھی نہیں ہو رہا، تو ایسی صورت میں اس قسم کا بمبار حملہ کرنا درست نہیں۔

ج (۴) ہندوستان، کشمیر، چیچنیا اور فلسطین وغیرہ میں برسرپیکار مجاہدین میں سے اگر کوئی مجاہد اسی طرح اپنے جسم کے ساتھ یا اپنی گاڑی میں گولہ، بارود، بم وغیرہ رکھ کر اپنے دشمن پر حملہ کرے یا ان کی اجتماع گاہوں میں داخل ہو کر بمبار حملہ کرے جس سے دشمن کو جانی ومالی نقصان ہو، نہ صرف جائز بلکہ قابل ستائش اور قابل تقلید عمل ہے۔ ایسا مجاہد شہید ہے بلکہ اس کو بموجب حدیث دوگنا اجر ملیگا۔ اور یہ شہید اپنے نقش قدم پر چلنے والے مجاہدین کے ثواب میں بھی برابر کا شریک ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

(دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5)